Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

چندا کا شیری

شیریں حیدر

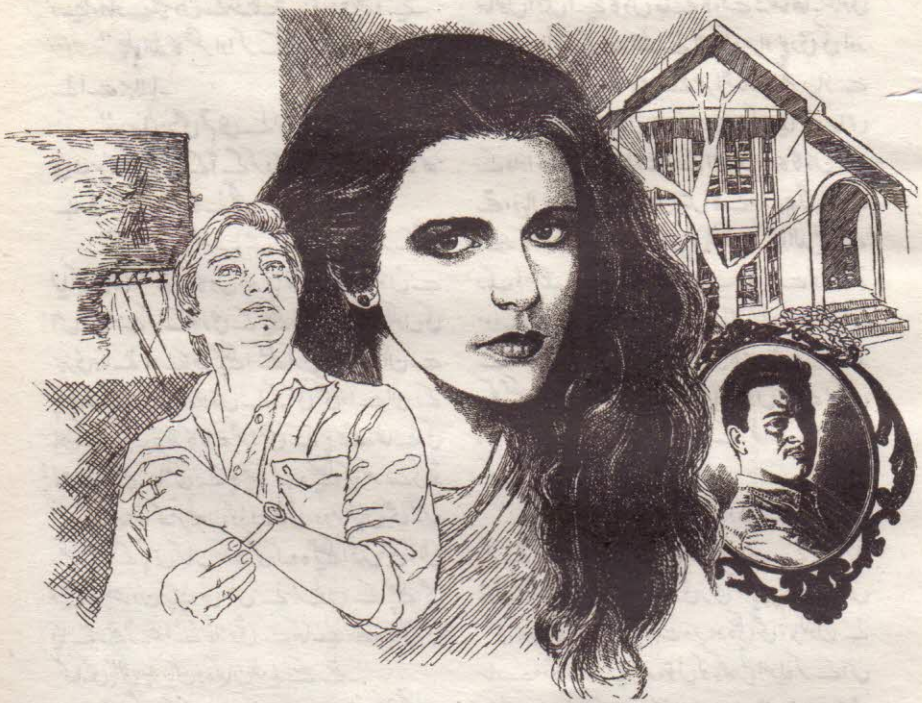

''یہ کیا پکا ہے اماں؟'' اس نے پلیٹ میں پڑے ترکاری کے سالن کو کرید کر جاننے کی کوشش میں ناکام ہو کر سوال کیا۔

''سبزی ہے بیٹی!'' بتول کا جواب مختصر تھا۔

''کون سی سبزی؟'' اس نے پھر سوال کیا۔

''توری ہے...... '' بتول نے مسکرا کر کہا۔ ''چکھ کر تو دیکھو، کیسی مزے کی بنی ہے، میں نے خاص طور پر تمہارے لیے ساتھ ہری چٹنی بھی بنائی ہے۔'' بتول کے لہجے میں فخر تھا، وہ شاید چندا کی طرف سے داد کی منتظر تھی مگر اس کے سوالوں نے اسے گڑبڑا دیا۔

''توری ہے یا توری کے چھلکے اماں؟'' اس نے ابرو اچکائے۔ ''اس گھر میں سبزی کون سے دن پکی ہے، جب بھی ہوا چھلکے ہی پکے، تمہارے مالکوں کو اگر ان کی ضرورت ہوتی اماں تو شاید یہ چھلکے بھی ہمارے نصیب میں

www.urdupalace.com

نہ ہوتے....." چندا نے غصے سے کہا۔

"ہر پھل اور سبزی کی اصل طاقت اس کے چھلکے میں ہی تو ہوتی ہے....." اس نے ایک عجیب سی توجیح دی جو چندا کو ہضم ہونے والی نہ تھی۔

"اگر اصل طاقت اس میں ہوتی تو یہ امیر لوگ چھلکے ہی کھاتے اماں، پھلوں اور سبزیوں کو جانوروں کو ڈال دیتے، ہمارے جیسوں کے منہ تک تب بھی نہ پہنچنے دیتے۔"

"چلو اللہ کا شکر ادا کر کے کھانا کھاؤ....." بتول نے اسے بہلایا۔

"یہ سالن بھی تم ہی لے لو اماں۔" اس نے اپنی پلیٹ سرکا کر بتول کے آگے کر دی اور خود چٹنی کے ساتھ بے دلی سے نوالے لگانے لگی۔

"جو ہمارے نصیب میں ہے، اسے شکر کر کے کھا لیا کرو چندا!" بتول کا دل بجھ گیا تھا، کتنے ارمانوں سے اس نے محنت کر کے توری کے چھلکے پکائے تھے، مالکوں کی سبزی بناتے ہوئے وہ چھلکے اکٹھے کرتی رہتی اور اُن سے پوچھ کر چھلکے اپنے کوارٹر میں لے کر آتی تھی، اسے ان کے ہاں سے ایک کاغذ کا فالتو ٹکڑا بھی بے پوچھے اٹھانے کی عادت نہ تھی۔ مالکن نے پوچھا کہ وہ چھلکے کیا کرے گی تو اس نے کہا تھا کہ مرغیوں کو ڈالے گی، دو مرغیاں بھی تھیں مگر اس کے پاس کہاں سکت تھی کہ وہ چھلکے انہیں بھی ڈال دیتی۔ چند دن پہلے ہی اس نے کریلوں کے چھلکے بھی پکائے تھے تو چندا نے خاموشی سے کھا لیے تھے، جانتی تھی کہ ایسی مہنگی سبزیاں وہ کہاں خرید سکتے تھے۔

جس گھر کے کوارٹر میں وہ دونوں ماں بیٹی رہتی تھیں، کبھی یہاں چندا کا باپ کریم، مالی تھا۔ ماں باپ نے اس کا بیاہ کیا تو اس کے گھر میں اتنے نفوس کی موجودگی میں جگہ تنگ پڑ گئی، ماں کے کہنے پر ہی وہ بتول کو اپنے ساتھ شہر لے آیا، کریم کی اپنی تنخواہ چار ہزار تھی اور ساتھ کوارٹر کا ایک کمرا تھا، جس کے ساتھ غسل خانہ تھا اور برآمدے میں فائبر گلاس کا چھجا بنوا کر اسے مالکوں نے چولہا چوکی رکھوا دیا، گزارہ چلنے لگا، تنخواہ کم تھی مگر مراعات تھیں بجلی، پانی اور گیس کی سہولیات میسر تھیں مگر ان کا بل نہیں دینا پڑتا تھا۔

تنخواہ کی رقم سے سبزی بھاجی آ جاتی، کبھی کبھار بڑے گوشت کی عیاشی کر لی جاتی، کبھی پاؤ بھر مرغی کا گوشت آ جاتا تھا، مالکوں کی اترن مل جاتی تو دونوں میاں بیوی کو کپڑے بنانے کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔

کبھی عید تہوار پر یا یونہی خوش ہو کر مالک کچھ دے دیتے تو اسے برے وقت کے لیے محفوظ کر لیا جاتا، سالوں انہیں اپنے گاؤں جانے کا وقت نہ ملتا تھا۔ شادی کے چھ سال کے بعد اللہ نے ان کی مراد پوری کی اور چندا..... جس کا نام انہوں نے مہر النسار کھا مگر پیار سے رکھا نام ہی اس کی پہچان بن گیا۔ چندا کی پیدائش پر اس کے دادا، دادی اور نانا، نانی کے اصرار پر وہ گاؤں گئے تھے، وہاں وہ دونوں اندھوں میں کانے راجے لگ رہے تھے۔ چندا کی تائیاں اور پھوپیاں تو اس کے والدین کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ وہاں سے لوٹے تو سوائے تن کے کپڑوں کے ان کے پاس کچھ نہ بچا تھا، ان کے فالتو کپڑے، کریم کی گھڑی، اس کا موبائل فون اور جو کچھ ممکن ہوا ان لوگوں نے ہتھیا لیا، دونوں بڑے بوجھل دل سے لوٹے، جانتے تھے کہ ان کے "ٹھاٹ باٹ" دیکھ کر وہ جل گئے تھے۔

جانے کیسی کسی کی نظر لگی یا بد دعا کہ لان میں کام کرتے ہوئے کریم کو نور کے تڑکے سانپ نے ڈس لیا، بتول ناشتا بنا کر اس کا انتظار کرتی رہی مگر جب تک گھر میں کسی اور کو خبر ہوتی..... بہت دیر ہو چکی تھی، مالکوں نے سارے انتظامات کیے اور بتول کو کچھ رقم ہمراہ کر کے اس کے گاؤں میت کے ساتھ پہنچا دیا۔ دو دن میں ہی وہ ساری رقم خرچ ہو گئی اور بتول اپنی بیٹی کے دودھ تک کو ترسنے لگی، اس گھر میں دودھ دینے والی بھینس تھی مگر اس کا دودھ یا تو بیچا جاتا تھا یا اس گھر کے لوگ پیتے تھے، اسے دن بھر میں ایک کپ دودھ ملتا تو وہ اس میں اتنا ہی پانی ملا کر دو وقت اپنی بیٹی کو پلا لیتی تھی۔ اسے ان لوگوں کے رویّوں نے جلد ہی بتا دیا کہ اگر اس گھر میں کریم کی جگہ نہ تھی تو کریم کے مرنے کے بعد تو اس کی جگہ بالکل نہیں ہے۔

بیٹا ہوتا تو شاید اور حالات ہوتے مگر اس کی بیٹی کو

www.urdupalace.com

اس کے دادا دادی بھی نہ پوچھتے تھے، مجبوراً وہ اپنے میکے چلی گئی مگر وہاں دل اور گھر اور بھی تنگ تھا، جس بوجھ سے چند سال پہلے بہ مشکل نجات حاصل کی تھی، اسے دوبارہ ڈھونے کو کوئی تیار نہ تھا۔ عدت پوری ہوئی تو اسے بھائیوں اور بھابیوں نے عقد ثانی کا مشورہ دیا، ماں باپ رہے نہ تھے جو کوئی آسرا ہوتا، اس لیے ہر طرف سے مایوس ہو کر اس نے اپنے بھائی کے گھر سے اس فون نمبر پر رابطہ کیا جو اس کی مالکن نے روانہ ہوتے وقت اسے دیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی مسئلہ ہو تو ان سے رابطہ کرے۔

☆☆☆

اگلے ہی روز وہ بھائی کے گھر سے صرف اپنی بیٹی کو ساتھ لیے واپس اسی کوارٹر میں آ گئی جو اس کے شوہر کی ملازمت کے باعث اسے ملا تھا، شام کو وہ مالکن کے سامنے پیش ہوئی۔

''واپس کیوں آ گئیں بتول؟'' مالکن نے سوال کیا۔

''وہ جی چندا کا دل ہی نہیں لگتا کہیں اور..... رو، رو کر نڈھال ہو جاتی تھی، یوں بھی ہمارے گاؤں کا ماحول ابھی سو سال پہلے کے دیہات جیسا ہے، میں چندا کو پڑھانا چاہتی ہوں اور ہمارے گاؤں میں لڑکوں کے لیے تو اسکول ہے مگر لڑکیوں کے لیے کوئی نہیں۔'' اس نے سوچا ہوا جواب دیا، جس طرح کے حالات سے وہ نکل کر آئی تھی، اپنوں کے رویّوں کی جو بدصورتی وہ دیکھ کر آئی تھی، اسے اپنی زبان پر نہ لائی، اسے لگا کہ وہ اپنا پیٹ ننگا کر کے انہیں دکھا دے گی، کسی کے سامنے اپنے دُکھڑے بیان کرنے کا کیا فائدہ۔

''کیا چاہتی ہو اب؟'' انہوں نے سوال کیا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو اسی کوارٹر میں ٹکی رہوں گی اور اس کے عوض جو کام آپ کہیں گی وہ کر دیا کروں گی۔'' اس نے ہولے سے کہا۔

''ہوں!'' مالکن نے کہا۔ ''گوارٹر کے عوض تو نہیں.....'' وہ رکیں۔ ''اب جو مالی ہم نے رکھا ہے وہ چند گھنٹوں کے لیے آتا ہے، اس لیے کوارٹر تو یوں بھی خالی ہی ہے، تم یوں کرو کہ گھر کے کام کر دیا کرنا، ہر کام کے عوض دو ہزار، جو کام باقی مائیوں سے کرواتی ہوں، انہیں فارغ کر دوں گی۔''

''ارے نہیں مالکن.....'' اس نے فوراً کہا۔ ''میں کسی کے رزق پر لات نہیں مارنا چاہتی، آپ انہیں رہنے دیں، کوئی اور کام ہوا تو میں کر دیا کروں گی یا میں اور گھروں میں کام ڈھونڈ لوں گی، آپ کی یہ بڑی عنایت ہے کہ آپ کوارٹر مجھے دے رہی ہیں، جو بھی کام ہوا آپ بتا دیا کریں، میں کسی تنخواہ کے بغیر آپ کے گھر کا کام کر دیا کروں گی۔''

''ایسی کوئی بات نہیں بتول..... کسی کے رزق پر لات نہیں پڑنے والی، ان عورتوں نے کئی گھروں کے کام اٹھائے ہوتے ہیں اور کہیں بھی ڈھنگ سے کام نہیں کرتیں، نہ ان کے آنے کا کوئی وقت ہے نہ جانے کا، نہ چھٹی کا کوئی کوٹا مقرر ہے نہ بہانوں سے رقمیں بٹورنے کا.....'' مالکن نے فوراً کہا۔ ''تم اس بات کی فکر نہ کرو، ان کے پاس بہت کام ہوتا ہے، ایک گھر سے چھوڑتی ہیں تو دس گھروں سے ان کو پیش کش ہو جاتی ہے۔''

''پھر بھی!'' بتول جھجکی۔ ''وہ مجھے بددعا نہ دیں۔''

''پاگل ہو گئی ہو تم بتول.....'' وہ ہنسیں۔ ''مجھے بتاؤ تمہیں کوئی اور اعتراض تو نہیں یا میری طرف سے تنخواہ کی پیش کش کم ہے؟''

''ارے نہیں مالکن..... میں تو آپ کے پاؤں دھو، دھو کر پیوں تو بھی کم ہے۔'' اس نے احسان مندی سے کہا، اسے تو اس گھر کے کوارٹر میں پناہ مل رہی تھی، اتنا ہی کافی لگ رہا تھا، اپنوں کے دلوں میں جگہ تھی نہ گھروں میں تو یوں جوان عورت اور چھوٹی سی بچی کا ساتھ کہاں جاتی بھلا۔

☆☆☆

یوں وہ مفت میں کام کرنے کو تیار تھی، اسے شاید اندازہ ہی نہ تھا کہ پیٹ کی ضرورتیں کیا ہوتی ہیں، چند دن میں ہی اسے لگا کہ اس کوارٹر کی چھت کا آسرا اس کے لیے کتنی بڑی نعمت تھا۔ اس نے پہلے کپڑے دھونے اور برتن دھونے کا کام کرنا شروع کیا، اپنا کام انتہائی

www.urdupalace.com

مستعدی اور دیانتداری سے کرتی اور وقت پر کام پر پہنچتی، اپنے کام سے کام رکھتی، کوئی بے جا مطالبہ کرتی نہ چھٹی کرتی تھی، جمعے کے دن وہ کام پر نہیں جاتی تھی، اس روز اسے اپنی عبادات کا خیال ہوتا تھا مگر کوئی ایسی ضرورت پڑ جاتی تو اسے جمعے کو بھی بلا لیا جاتا تھا، اسے کون سا دور جانا ہوتا تھا، کبھی کوئی مہمان آ جاتا تھا تو برتن دھونا پڑ جاتے تھے، بس اس کے علاوہ اسے جمعے کو فارغ دن مل جاتا تھا، اس دن وہ چندا کو بھرپور وقت اور توجہ دیتی تھی۔

چندا کے حوالے سے اس کے دل میں کئی خواب جگہ لینے لگے تھے تو اس نے اڑوس پڑوس کے ایک دو گھروں میں کام کار کا سوچا مگر دو ہی دن میں اس کے دل کی بے چینی نے اسے منع کر دیا، مالکن کے گھر پر تو اسے یہ بے فکری ہوتی تھی کہ کوارٹر چند قدم کے فاصلے پر ہے اور وہ باورچی خانے میں ہوتی تو کوارٹر کے کھلے دروازے سے اسے چندا نظر آتی رہتی تھی، موسم اچھا ہوتا تو چندا وہیں باہر کھیل رہی ہوتی تھی اور اس کی توجہ کا مرکز رہتی تھی۔

''بتول تم نے اور گھروں میں کام دیکھنا شروع کر دیا ہے؟'' مالکن کے سوال پر وہ گڑبڑا گئی۔

''وہ..... وہ..... اصل میں چندا بڑی ہو رہی ہے اور وہ وقت دور نہیں جب اسے اسکول بھیجنا ہوگا، میں نے سوچا کہ کچھ اور رقم بن جایا کرے گی۔'' اس وقت وہ چار ہزار کما رہی تھی اور اس میں بڑی تنگدستی سے گزارہ ہوتا تھا۔

''ارے تم پریشان کیوں ہو گئیں، اس میں کوئی حرج نہیں، میں نے کوئی تمہاری سرزنش کو تھوڑا ہی پوچھا ہے، میں تو خود کافی دنوں سے تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی، اگر تم استری کا کام سنبھال لو، صفائی کا بھی اور سبزی ترکاری بنانے کا تو میں تمہیں دس ہزار روپے ماہانہ دے دیا کروں گی.....'' بتول کی تو خوشی سے چیخ ہی نکل جاتی جو وہ خود پر قابو نہ پا لیتی تو۔ اتنی رقم تو اس کے کتنے ہی خوابوں ... کو تعبیر دے سکتی تھی۔ وہ تنگدستی میں گزارہ کر کے اپنی چندا کے لیے یہ رقم جمع کرتی رہتی تو اسے پڑھا بھی سکتی تھی اور اس کی شادی بھی کر سکتی تھی۔

سبزی بھاجی کے کام سے اسے یہ بھی فائدہ ہو گیا کہ وہ چھلکے اپنے کوارٹر میں لے جاتی تھی، چندا کے لیے اس نے دو مرغیاں پال رکھی تھیں، اپنی بیٹی کو وہ دودھ اور انڈوں سے محروم نہیں ہونے دیتی تھی، روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے ہاتھوں گزارہ مشکل ہوتا جا رہا تھا، پانچ ہزار وہ خرچے کے لیے رکھتی تھی اور پانچ ہزار مالکن کے پاس جمع کروا دیتی تھی، اس خرچے کے پانچ ہزار میں سے بھی وہ کچھ نہ کچھ بچانے کی کوشش کرتی تھی۔ کبھی کبھار گھر میں پارٹی وغیرہ ہوتی اور کوئی بچا ہوا سالن مل جاتا تو ماں بیٹی کے لیے گویا عید ہو جاتی تھی، رقم جوڑ، جوڑ کر اس نے چھوٹا سا پرانا فریج بھی لے لیا تھا اور ٹی وی بھی۔ اپنی بیٹی کو وہ کسی حسرت میں مبتلا نہ ہونے دینا چاہتی تھی..... اس کے لیے وہ سستے مگر نئے کپڑے لیتی اور حسبِ استطاعت اسے کھلونے بھی لے کر دیتی تھی۔

اپنی صحت کی پروا کرتی نہ اپنی تھکاوٹ کی اور وہ بیل کی طرح دن بھر کام کار میں جتی رہتی، اپنے گھر کے کام کرنا مشکل ہو جاتا تھا، چندا اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کی تھکاوٹ چن لیتی تھی، اس کی پیاری، پیاری باتیں اسے دنیا کی ہر پریشانی سے دور کر دیتی تھیں۔

☆☆☆

وقت کا پنچھی محوِ پرواز رہا اور وہ دن بھی آ گیا جب اسے چندا کو سکول میں داخل کروانا تھا، چندا کے لیے پہلا مسئلہ اس نئی دنیا میں اپنے اندرونی خوف پر قابو پانا تھا اور دوسرا اہم مسئلہ تھا کہ اسے چندا کے سوا کسی اور نام سے پہچانا جائے۔ ڈری سہمی چندا، ماں کی حوصلہ افزائی سے جلد ہی نئے ماحول میں رچنے لگی، کوشش کر کے بتول نے اسے مہرالنسا کہنا شروع کیا تو اس نے ماں کو منع کر دیا۔

''آپ مجھے چندا ہی کہا کرو اماں، مجھے اچھا لگتا ہے!''

''مگر اس طرح تمہیں اسکول میں اپنا نام یاد رکھنے میں آسانی ہوگی۔''

''میرا نام مجھے ویسے بھی یاد ہو جائے گا، بس میں آپ کے لیے چندا ہی رہوں گی، یہ نام مجھے ابا نے دیا تھا اور مجھے اچھا لگتا ہے!''

جوں، جوں اسے سمجھ اور شعور آنے لگا وہ اپنے

www.urdupalace.com

حالات سے باغی ہونے لگی، اسے علم تھا کہ اس کی ماں اسے بڑی مشقت سے پال رہی تھی اور اس کی خاطر اپنا پیٹ بھی کاٹتی تھی مگر اسے اختلاف تھا کہ محنت کرنے والے غربت میں کیوں رہتے ہیں۔ اس کا ذہن جوں، جوں سوچنے کے قابل ہو رہا تھا اسے اُلجھن ہونا شروع ہو گئی تھی کہ اللہ نے اسے کیوں ان چیزوں سے محروم رکھا تھا جو اس جیسی دوسری لڑکیوں کو میسر تھیں۔ آٹھویں جماعت تک پہنچ کر اس کا ذہن اس کی عمر کی باقی لڑکیوں سے بہت میچور تھا۔ وہ لڑکیوں کی باتیں سن، سن کر حیران ہوتی تھی، کم صورت لڑکیوں کو خود سے مالی طور پر بہتر پاتی تو سوچتی کہ اسے صورت اچھی نہ ملتی مگر سب کچھ میسر ہوتا جس کی حسرت میں وہ دن رات مبتلا رہتی تھی۔

میٹرک تک پہنچتے، پہنچتے انہی سب سکھیوں سہیلیوں اور ہم جماعتوں کے رنگ ڈھنگ بدل گئے، ان کے ہاتھوں میں موبائل فون ہوتے اور ان میں بیلنس وہ ڈلواتے جنہیں اُن کے ساتھ دن رات باتیں کرنا ہوتی تھیں، ان کا دل پڑھائی کے علاوہ ہر کام میں لگتا تھا۔ ان کی گفتگو کے موضوعات..... ان کے دوست تھے، ان کے چاہنے والے، ان کے باپوں کے دوستوں کے بیٹے، ان کی ماؤں کی سہیلیوں کے بیٹے، ان کے پڑوسی، کزنز، انٹرنیٹ پر پروان چڑھنے والی دوستیاں اور وہ جنہیں انہوں نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا، فقط فون پر آواز سنی تھی۔ وہ سن اور دیکھ کر حیران ہوتی، اس نے ایسا کب سوچا تھا، اسے تو کسی کی محبت عمر بھر میسر نہ ہوتی کہ اس کے پاس کچھ نہ تھا، نہ پیسہ، نہ خاندان کا فخر، نہ ٹیلی فون، نہ ویسے لباس اور میک اپ کا سلیقہ اور سب سے بڑھ کر..... پڑھائی کے علاوہ کچھ اور کرنے کی اجازت!

میٹرک کر کے فارغ ہوئی تو دماغ انوکھے خیالات کی آماجگاہ بن گیا۔ ماں تو اس کے لیے دائیں بائیں نظر دوڑانے لگی، اس کی اٹھان دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس کے باغی خیالات اسے پریشان کر دیتے تھے، کاش وہ اپنی چاند صورت بیٹی کے قدموں میں دنیا کی ہر نعمت ڈھیر کر دینے کی صلاحیت کی حامل ہوتی۔ سولہ برس کا طویل عرصہ بیت گیا تھا، بتول کی کل کائنات اس کی چندا ہی تھی، اس نے پلٹ کر گاؤں کی طرف نہیں دیکھا جہاں وہ اپنوں کی کج ادائیوں کا شکار ہوئی تھی، اب اس کے لیے جو کچھ تھا اس کی بیٹی ہی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس کے پاس اس وقت نو دس لاکھ کی رقم جمع ہو چکی ہوتی مگر وقت کے ساتھ، ساتھ اس کی بیٹی کی خواہشات اور ضرورتیں بڑھتی رہی تھیں اس لیے وہ... بہ مشکل چار لاکھ ہی جمع کر پائی تھی، وہ بھی اگر وہ چندا کو بتا دیتی تو وہ اسے فوراً کچھ نہ کچھ مصرف اس رقم کا بتا دیتی۔ عمر کے ساتھ، ساتھ اس کی ہمت کم ہوتی جا رہی تھی مگر پھر بھی وہ پوری جانفشانی کے ساتھ اس گھر سے اپنی وفاداری نبھا رہی تھی۔ اس کی تنخواہ میں بھی وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا تھا، کئی ملازمین کے برابر کام وہ تن تنہا کرتی تھی اور ایماندار اس قدر کہ بسا اوقات وہ اپنا پورا گھر اس کے حوالے کر کے کئی، کئی دنوں کے لیے ملک سے باہر بھی چلی جاتے۔ مالکن کے تینوں بیٹے حصولِ تعلیم کے لیے ملک سے باہر تھے اور مالک اور مالکن انہیں ملنے کے لیے سال میں ایک دو دفعہ ضرور جاتے تھے۔

☆☆☆

اس کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں، ایسا گھر، ایسی چیزیں، اس نے فقط فلموں اور ڈراموں میں دیکھی تھیں، اس روز اماں کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اسے علم تھا کہ مالک اور مالکن ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اور اماں کو اس طرح معمول کا کام نہ تھا مگر ان کی عادت تھی اس لیے وہ ایک بار گھر کو کھول کر ہوا لگواتیں، پردے دن کو کھولتیں اور رات کو بند کرتیں، باورچی خانے کی صفائی اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ اس روز بھی اماں حسبِ معمول اپنے کام پر تھیں، اس نے سوچا کہ انہیں آرام کرنے کو کہے، اس گھر کا اس سے قبل اس نے فقط باورچی خانہ ہی دیکھا تھا یا کبھی ٹی وی لاؤنج مگر اس روز اماں کو ڈھونڈتے ہوئے وہ کئی کمروں کے اندر جھانکتی جا رہی تھی اور اس پر حیرت کے کئی در وا ہو رہے تھے۔

''اماں!'' ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اس نے

www.urdupalace.com

آواز دی اور ساتھ ہی خوفزدہ ہو کر پلٹی تو خود پر ہنس پڑی، سامنے کی دیوار پر نصب ایک نوجوان کی دیواری سائز کی تصویر نے اسے ڈرا دیا تھا، اتنی خوب صورت اور زندہ سی تصویر اس نے اس سے قبل کہاں دیکھی تھی، نوجوان کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کی مسکراہٹ..... اسے کبھی بھولنے والی نہ تھی۔ ''کہاں ہیں اماں؟''

''اِدھر ہوں چندا.....'' اماں کی آواز کی سمت وہ لپکی، اماں مالکن کے کمرے کی صفائی کر رہی تھیں۔

''کیوں خود کو تھکا رہی ہیں اماں، ابھی تو اُن کے آنے میں بہت دن ہیں.....''

''مالک اور مالکن بہت صفائی پسند ہیں بیٹا..... اور یوں بھی وہ یہاں ہوں یا نہ ہوں، مجھے تو اپنے سارے کاموں کی تنخواہ ملتی رہتی ہے ناں، نہ کپڑے دھلنا ہوتے ہیں نہ استری، نہ برتن دھلتے ہیں نہ کھانا پکتا ہے..... مگر میری تنخواہ کی کوئی کٹوتی نہیں ہوتی، صفائی کا کام تو میں ان کی عدم موجودگی میں کر سکتی ہوں ناں، گھر کو ہر وقت شیشے کی طرح صاف ہونا چاہیے.....'' بتول بول رہی تھی اور ساتھ، ساتھ کھڑکی میں کپڑا لگا رہی تھی اور اس کی باتوں سے بے نیاز..... چندا اس وسیع بیڈ کے کنارے پر نمی، اس حیرت کدے کو دیکھ رہی تھی، اس کمرے میں بھی تو ایک عورت ہی رہتی تھی ناں، اس کی ماں جیسی، اس کی ماں کیوں محروم تھی ان سب نعمتوں سے، وہ صرف ان چیزوں کو صاف کر سکتی تھی، استعمال نہیں.....

اس نے نرم گدے پر اپنا ہاتھ پھیرا، اس کا گداز مزید محسوس کرنے کو اس نے اپنے وجود کو سرکا کر نصف تک کر لیا، نیم دراز..... گدے میں دھنستی ہوئی۔ ''ارے واہ!'' اس کے اندر سے آواز نکلی تو بتول نے چونک کر دیکھا۔

''پاگل ہوئی ہے کیا چندا.....'' اس نے اسے گھرکا۔ ''اٹھ جلدی، یوں مالکوں کے بستر پر نہیں بیٹھتے۔''

''کیوں اماں؟'' اس نے لطیف سے احساس کو اپنے اندر اترتے ہوئے محسوس کیا۔

''یہ بد دیانتی ہے.....'' بتول نے آگے بڑھ کر اسے اٹھانے کو کھینچا مگر اس کے وجود میں ایسی سکت کہاں تھی، چندا خود ہی سرک کر کنارے کی طرف آئی اور اٹھ گئی۔

''اس میں بد دیانتی کی کیا بات ہے اماں؟'' اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

''مالک ہم پر اعتبار کرتے ہیں، ان کے اعتبار کو ٹھیس پہنچانا بد دیانتی ہے بیٹا!'' ماں کے اس فرمان پر وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

''اماں گھر چلو اب.....'' اس نے جھنجلا کر کہا۔ ''میرا ہری چٹنی کے ساتھ پکوڑے کھانے کو دل کر رہا ہے۔''

''تم چلو، چل کر آلو کاٹو، میں آجاتی ہوں۔'' بتول نے پیار سے کہا۔ ''دروازے کھڑکیاں بند کر کے اور تالے لگا کر آتی ہوں!''

''اماں یہ ساتھ والا کمرا کس کا ہے؟'' اس نے ماں سے پوچھا۔

''ساتھ والا کون سا کمرا؟'' بتول نے بے نیازی سے پوچھا۔ ''اس طرف مہمانوں کا کمرا ہے اور دوسری طرف شیری صاحب کا۔'' ماں نے مالکن کے بڑے بیٹے شہریار کا نام لیا۔

''وہ جس کمرے میں لال پردے ہیں اماں؟''

''وہ شیری صاحب کا کمرا ہے.....'' بتول نے فوراً کہا۔ ''مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''یونہی..... وہاں چلی گئی تھی میں پہلے غلطی سے!'' کہہ کر وہ پلٹی۔ ''چلتی ہوں اماں، اب جلدی سے آجانا!'' ماں کو کہہ کر وہ نکلی اور دوبارہ اسی کمرے کی طرف چل دی۔

کمرے کا دروازہ کھولا، اسے اب اندازہ ہوا کہ اندر اندھیرا تھا مگر دروازہ نصف کے قریب کھلتے ہی خود بخود اندر بتی جل گئی تھی، دیوار گیر مسکراتی ہوئی تصویر کو دیکھ کر وہ بے ساختہ مسکرا دی تھی، آگے بڑھ کر اس نے تصویر کو چھو کر محسوس کیا، اپنی لانبی مخروطی انگلیوں کی پوروں سے اس کے لبوں کو چھوا، اس کے اندر تک گدگدی ہوئی، اس کے ابروؤں میں اپنی انگلیوں سے جیسے کنگھی کی، اس کے گالوں پر، بالوں پر..... وہ یوں اس تصویر کو چھو رہی تھی جیسے وہ اس کے کسی بہت پیارے کی تصویر ہو۔

www.urdupalace.com

خواب کی طرح چلتی ہوئی وہ کمرے میں پھرنے لگی، جو وہ اس کا کمرا ہوتا تو..... کیوں نہیں ہوسکتا وہ کمرا اس کا؟ اس کا ذہن الجھنے لگا۔ وہ سنگار میز کے آئینے کے سامنے تھی، اپنے چہرے کو ہاتھ پھیر کر محسوس کیا۔ ''وہ کیوں نہیں ایسے کمرے کی مکین، کیا کمی ہے اس میں؟'' ایک بوتل اٹھا کر اس نے خود پر پرفیوم سپرے کیا، مردانہ پرفیوم کی مہک نے اسے انوکھا احساس بخشا تھا، اسے اپنے گرد کسی کی موجودگی محسوس ہونے لگی تھی! ''یہ بد دیانتی ہے!'' اس نے خود کو گھرکا اور بوتل واپس اپنی جگہ پر رکھ دی..... بیڈ کی پائنتی کی طرف بیٹھ کر اس نے اپنا ہاتھ سفید شفاف بستر پر پھیرا۔

اس کے دل میں خواہش مچلنے لگی کہ وہ اس بستر پر لیٹے مگر ماں کی ڈانٹ کے ڈر سے وہ چونک گئی اور ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی، بے دلی سے اس کمرے سے نکلی، پلٹ کر دیکھا..... شرارت سے مسکراتی دو آنکھیں، وہ بے ساختہ مسکرائی، اسے لگا وہ لب وا ہوئے تھے اور اس کے کانوں نے کوئی سرگوشی سنی تھی۔ ''اللہ حافظ!'' اس نے ہولے سے کہا اور نکل کر اپنے کوارٹر کی طرف چلی، اس کے دل سے اب پکوڑے کھانے کی خواہش ختم ہو چکی تھی، کوارٹر میں واپس لوٹ کر وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی، بتول لوٹ کر آئی تو وہ کوئی فلم لگا کر دیکھ رہی تھی۔

''آلو کاٹ لیے تھے چندا؟'' اس نے آواز لگائی۔

''نہیں اماں ..... میرا دل نہیں چاہ رہا اب پکوڑے کھانے کو!''

''ارے ابھی تو تم کہہ رہی تھیں، دس منٹ پہلے!''

''بس اماں آپ آرام کرو، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' بتول کو اپنی بیٹی پر بے حد پیار آیا، کیا ہوا جو اس نے آلو نہیں کاٹے تھے، اگلے بیس منٹ میں گرما گرم پکوڑوں کی پلیٹ، ہری چٹنی کے ساتھ اس کے سامنے رکھی تھی۔

☆☆☆

''اماں آپ اسے ہلکا نہ لو.....'' چندا نے بتول سے کہا۔ ''کسی ڈاکٹر کو دکھا لو، روز یوں بخار ہو جاتا ہے اور اوپر سے آپ آرام بھی نہیں کرتیں۔''

''ٹھیک ہو جائے گا بیٹا، یہ ڈاکٹروں کے پاس جانے سے تو بھلا چنگا آدمی بیمار ہو جاتا ہے، خواہ مخواہ میں بے شمار دوائیں دے، دے گا۔''

''اماں ڈاکٹر کو کوئی شوق ہے خواہ مخواہ میں دوائیں دینے کا؟'' وہ ہنسی۔ ''یوں کہو کہ تھوڑے پیسے خرچ ہو جاتے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں.....'' بتول نے عذر تراشا۔ ''جو میں ایسی بیمار ہوتی تو خود ہی نہ چلی جاتی ڈاکٹر کے پاس.....'' جانتی تھی کہ چندا اس کے پیچھے پڑ گئی تو اسے ڈاکٹر کے پاس بھیج کر ہی دم لے گی اور نہ، نہ کرتے بھی چار پانچ سو کی دوائیں آ جائیں گی، ڈاکٹر کی فیس علیحدہ اور جو اس نے کوئی خون، پیشاب کا ٹسٹ لکھ دیا..... ہزار کا نوٹ تو چند منٹوں میں خرچ ہو جائے گا، ملک کے لاکھوں غرباء خصوصاً خواتین کی طرح بتول نے اپنی صحت کا خیال رکھنے کے بجائے اپنی رقم بچانے کو ترجیح دی تھی، سرکاری اسپتال میں چلی جاتی جو اسے انتظار کرنے سے کوفت نہ ہوتی اور انتظار کے بعد باری آ جاتی تو ڈاکٹر نہ ملتا اور ڈاکٹر مل جاتا تو دوائیں ناپید.....

''ابھی آپ آرام کریں اماں!'' چندا نے ماں کو دودھ پتی کی پیالی پکڑائی جو اس پر احسانِ عظیم کرتے ہوئے اس نے خود بنائی تھی۔

''دودھ پتی کیوں بنائی تم نے چندا..... میں نے تمہارے پینے کے لیے ایک گلاس دودھ رکھا تھا بیٹا!''

''اماں آپ بیمار ہیں اور آپ کو بہتر خوراک کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کام بھی اتنا کرتی ہیں۔''

''نہیں بیٹا..... تمہاری عمر ہے کھانے پینے کی!'' بتول دودھ پتی پیتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ ''یوں کرو کہ دوسرا مگ لے آؤ، دونوں ماں بیٹی آدھا، آدھا کپ پی لیتی ہیں۔''

''اماں..... میرا جی نہیں چاہ رہا، آپ پئیں پلیز!'' اس نے زبردستی کپ ماں کے منہ سے لگایا، جسے دودھ پتی کا وہ کپ عیاشی لگ رہا تھا، شاید کریم کی زندگی میں

www.urdupalace.com

اس نے کبھی دودھ پتی پی ہوگی کیونکہ کریم کو دودھ پتی پسند تھی..... کریم کی یاد آتے ہی اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے، اس نے منہ پھیر کر چندا سے ان آنکھوں میں چمکتے ستاروں کو چھپایا۔

اگلی صبح طلوع ہوئی تو بتول بخار سے پھنک رہی تھی..... چندا نے پڑوس میں کسی کو کہہ کر رکشا منگوایا اور زبردستی اماں کو رکشے میں ڈال کر ڈاکٹر کے پاس چلی، بتول دل ہی دل میں ہونے والے ممکنہ ''نقصان'' کا تخمینہ لگانے لگی مگر شکر ہوا کہ ڈاکٹر نے موسمی بخار قرار دیا، کوئی ٹسٹ نہ کروایا، البتہ دواؤں پر بھی کافی رقم خرچ ہو گئی، چندا نے بچ جانے والی رقم سے ماں کے لیے واپسی پر کچھ پھل لے لیے، وہ منع کرتی رہ گئی مگر چندا کے ہاتھ میں رقم ہو اور بچ جائے..... یہ ممکن نہ تھا۔

دوا کھا کر بتول کو غنودگی سی ہونے لگی، اس نے چندا کو پکارا۔

''کیا بات ہے اماں؟''

''بیٹا مجھے تھام کر لے چلو، مالکن کے کمروں کے دروازے کھولوں تو کچھ ہوا پھر جائے..... دھوپ کے لیے پردے ہٹاؤں۔''

''یہ سب اتنا ضروری نہیں ہے اماں، سب سے اہم آپ کی اپنی صحت ہے۔'' چندا نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں آپ اپنا خیال نہیں کرتیں؟''

''میں کون سا کوئی کام کر رہی ہوں..... صرف دروازے ہی تو کھولنا ہیں۔''

''آپ سو جائیں..... جب آپ ٹھیک ہوں گی تو دروازے بھی کھل جائیں گے۔''

''مجھے جانے کیوں نیند آ رہی ہے؟'' بتول بڑبڑائی۔ ''شاید دوا میں نیند کی گولیاں ہیں.....''

''اچھا آپ سو جائیں.....'' اس نے ماں کو لٹا کر اس پر ذرا موٹا سا کھیس اوڑھایا۔

''تم چابیاں لے کر اُن کے دروازے کھول کر پردے ہٹا آئیں بیٹا.....'' سوتے، سوتے بھی وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اماں کے گہری نیند میں جاتے ہی اسے احساس ہوا کہ اماں بہت فکر کر رہی تھیں، اس نے چابیاں اٹھائیں، ایک دفعہ اماں کو آواز دی، وہ گہری نیند میں تھیں، کسمسائی تک نہیں، دوپٹا اچھی طرح اوڑھ کر وہ کوارٹر سے نکلی، باورچی خانے کی طرف سے تالا کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔ سب چابیوں پر چھوٹے چھوٹے اسٹکر لگے ہوئے تھے، اماں پڑھی لکھی نہ تھیں مگر انہیں ویسے ہی ہر چابی کی پہچان تھی۔ اس جادوئی محل نما گھر میں وہ یوں پھر رہی تھی جیسے ونڈر لینڈ میں ایلس آ گئی ہو، کئی چیزوں کو چھو کر اس نے ان کی خوب صورتی کو محسوس کرنے کی کوشش کی..... لاؤنج کے پردے ہٹاتے ہی سارے میں دھوپ کا راج ہو گیا اور ہر چیز واضح نظر آنے لگی۔

صوفوں پر بیٹھ کر اس نے ان کی نرمی اور گداز کو محسوس کیا..... اپنے گھر کے ٹی وی سے چھ گنا بڑے ٹی وی کو چلا کر دیکھا، اتنی بڑی تصویر۔ جیسے سینما ہو..... اس نے حقیقی زندگی میں سینما کہاں دیکھا تھا، سینما کا تصور بھی اس نے فلموں سے ہی لیا تھا، جب کسی فلم میں ہیرو اور ہیروئین سینما میں جاتے ہیں۔ اس نے چینل بدل کر کوئی اچھا پروگرام لگانے کی کوشش کی تو اسے سمجھ میں ہی نہ آیا، بالآخر اس نے اسے بند کیا اور باقی کمروں کی طرف بڑھی، مالکن کے کمرے میں اس کے بیڈ پر بیٹھنے کی خواہش کو اس نے بہ مشکل دل میں دبایا، اماں نے کہا تھا کہ مالکن کے کمرے میں اس کے استعمال کی کسی چیز کو بلا وجہ ہاتھ لگانا بھی بد دیانتی ہے، بعد میں اماں نے کئی اور چیزوں کی وضاحت بھی کی وہ اماں کی دور اندیشی پر دل ہی دل میں ہنسی بھی..... وہ بھلا کیوں سوچے گی کہ وہ مالکن کی جگہ پر ہوتی تو، اسے تو خود مالکن بننے کا شوق تھا، کسی کی جگہ پر نہیں، اپنی جگہ پر..... اور اماں کے مالک! اس کے منہ سے ہنسی نکل گئی، گنجے اور چھوٹے قد کے!

اس کا من تو ساتھ مانگتا تھا کسی انوکھے سے ساتھی کا! شیری جیسا..... اس کی یاد دل میں آتے ہی اس کے قدم خواہ مخواہ اس کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

''ویسے اماں نے مالکن کے بیٹے کے کمرے کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا تھا۔'' وہ مسکرائی، دروازہ نصف کھلتے ہی

www.urdupalace.com

اندر روشنی ہو گئی اور اس کا مسکراتا ہوا چہرہ اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ اس نے قریب جا کر اس کے ایک، ایک نقش کو چھوا، اس کا دل چاہا کہ اس وجود کو حقیقت میں بھی چھو کر دیکھے.....

کمرے کی ہر چیز اس کی ماں کے ہاتھوں کی محنت کی مرہونِ منت تھی صاف ستھری تھی، وہ سنگار میز کے پاس کھڑی ہوئی، کسی پرفیوم کو اٹھا کر خود پر چھڑکنے کی خواہش پر قابو نہ پا سکی۔ پھر وہ بیڈ کی طرف آئی اور خود کو اس پر دراز ہونے سے نہ روک سکی..... اسے لگا کہ کوئی اور بھی اس کمرے میں موجود تھا، ابھی تو اس نے اس گھر کا دروازہ خود کھولا تھا، کوئی اور کیسے اندر آ سکتا ہے، چوکیدار بھی گیٹ پر ہوتا ہے..... مگر یہ چوکیدار کیونکر ہو سکتا تھا، اس کے وجود سے ایسی خوشبو کہاں اٹھ سکتی تھی بھلا..... وہ خود کو مسحور ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی، اسے کسی کا لمس محسوس ہوا پھر کسی کا ہاتھ..... اس نے کوئی مزاحمت نہ کی، شیری کی خوشبو کو وہ بخوبی پہچان سکتی تھی۔

☆☆☆

اماں کو ڈاکٹر نے مکمل آرام کا کہا تھا اور یوں بھی چندا گھر پر ہوتی تھی تو اماں کو کوئی پریشانی نہ تھی، اماں کے کہے بغیر ہی وہ مالکن کے گھر کے دروازے کھولنے چلی جاتی تھی۔ ''اماں دیر ہو جائے تو پریشان نہ ہونا!'' جاتے ہوئے وہ کہتی۔ ''میں کچھ صفائی کا کام بھی کر دوں گی..... اور ہاں..... فکر نہ کرنا، مالکن کے کمرے کی کسی چیز کو چھو کر بھی نہ دیکھوں گی۔'' بتول مسکرا دیتی، اسے معلوم تھا کہ اس کی بیٹی اس گھر کی چیزوں کو دیکھنے کے شوق میں چلی جاتی ہے، یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اس نے کہا ہے تو مالکن کے کمرے کی کسی چیز کو نہیں چھوئے گی۔ چھ دن بتول نے خوب آرام کیا، چندا صبح کھڑکیاں، دروازے کھول کر پردے ہٹانے جاتی اور شام کو دوبارہ وہاں جانے کو بے چین ہوتی۔

بتول بیٹی کے دل کی حسرتوں کو جانتی تھی، اس کے شکوے بھی سنتی رہتی تھی، اس لیے اسے جانے دیتی کہ وہ ان چیزوں کو غور سے دیکھنا اور چھونا چاہتی ہے تو دیکھ لے، چھو لے، اس کے چھونے سے کسی چیز کا کیا نقصان ہو جائے گا، اس کے سادہ دل کو علم نہ تھا کہ کچی عمروں کی لڑکیوں کے دلوں میں جب کوئی سپنا بس جاتا ہے..... کسی کے ہاتھ اس کے کورے دل کو چھو لیتے ہیں، کسی کی خوشبو جب اس کا وجود معطر کر دیتی ہے، کسی کا لمس جب اسے اپنے وجود پر ہر وقت چاہیے ہوتا ہے تو وہ کہیں کی نہیں رہتیں.....

یہی چندا کے ساتھ ہوا تھا، شیری کی ہو کر وہ کہیں کی نہ رہی تھی، اس کے اپنے وجود سے شیری کی خوشبو آنے لگی، اس نے شیری کی بڑی تصویر سے اس کی تصویر کھینچ کر اپنے موبائل میں محفوظ کر لی تھی۔ مالکن واپس آئیں اور اماں اپنے معمول پر واپس گئیں تو اس کا کالج شروع ہو چکا تھا۔ کالج میں اساتذہ کے علاوہ سب اسے چندا ہی کے نام سے جانتے تھے، اب وہ کوری سلیٹ جیسی چندا نہ رہی تھی، اس کے انداز بدل گئے تھے، اسے کسی کی محبت نے سیراب کر دیا تھا۔ اب اس کے پاس بھی ہم جولیوں کو سنانے کے لیے کہانیوں کے انبار تھے..... محبت کی داستانیں تھیں اور محبوب کی بے تابیوں کے قصے، موبائل میں محفوظ وہ تصویر جسے دیکھ کر اس کی ہم جولیاں آہیں بھرتیں کہ واقعی وہ ایسے شخص سے چاہے جانے کے قابل تھی، اس کی غربت کو اب کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ وہ اماں سے بار، بار مطالبہ کر کے رقوم بٹورتی اور اپنا حلیہ ایسا رکھتی کہ سب کو اس پر رشک آتا یا حسد محسوس ہوتا۔ اس کے یونیفارم کی قمیص جو ہمیشہ ڈھیلی ڈھالی رہی تھی اب وہ کمر کے گرد تنگ ہو گئی تھی۔ اب اس کو اپنا آپ سنوارنا خوب آ گیا تھا۔

☆☆☆

''شیری صاحب آ رہے ہیں ناں!'' اس روز اس نے اماں سے روزانہ دیر سے گھر لوٹنے کی وجہ پوچھی تو اماں نے بتایا۔

''تو کیا ہوا..... آپ کیوں دیر سے آتی ہیں، ابھی تو وہ آئے ہی نہیں؟'' اس کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔

''ہو سکتا ہے کہ فراز صاحب بھی آ جائیں.....''

www.urdupalace.com

اندر روشنی ہو گئی اور اس کا مسکراتا ہوا چہرہ اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ اس نے قریب جا کر اس کے ایک، ایک نقش کو چھوا، اس کا دل چاہا کہ اس وجود کو حقیقت میں بھی چھو کر دیکھے.....

کمرے کی ہر چیز اس کی ماں کے ہاتھوں کی محنت کی مرہونِ منت تھی صاف ستھری تھی، وہ سنگار میز کے پاس کھڑی ہوئی، کسی پرفیوم کو اٹھا کر خود پر چھڑکنے کی خواہش پر قابو نہ پا سکی۔ پھر وہ بیڈ کی طرف آئی اور خود کو اس پر دراز ہونے سے نہ روک سکی..... اسے لگا کہ کوئی اور بھی اس کمرے میں موجود تھا، ابھی تو اس نے اس گھر کا دروازہ خود کھولا تھا، کوئی اور کیسے اندر آ سکتا ہے، چوکیدار بھی گیٹ پر ہوتا ہے..... مگر یہ چوکیدار کیونکر ہو سکتا تھا، اس کے وجود سے ایسی خوشبو کہاں اٹھ سکتی تھی بھلا..... وہ خود کو مسحور ہوتا ہوا محسوس کر رہی تھی، اسے کسی کا لمس محسوس ہوا پھر کسی کا ہاتھ..... اس نے کوئی مزاحمت نہ کی، شیری کی خوشبو کو وہ بخوبی پہچان سکتی تھی۔

☆☆☆

اماں کو ڈاکٹر نے مکمل آرام کا کہا تھا اور یوں بھی چندا گھر پر ہوتی تھی تو اماں کو کوئی پریشانی نہ تھی، اماں کے کہے بغیر ہی وہ مالکن کے گھر کے دروازے کھولنے چلی جاتی تھی۔ ''اماں دیر ہو جائے تو پریشان نہ ہونا!'' جاتے ہوئے وہ کہتی۔ ''میں کچھ صفائی کا کام بھی کر دوں گی..... اور ہاں..... فکر نہ کرنا، مالکن کے کمرے کی کسی چیز کو چھو کر بھی نہ دیکھوں گی۔'' بتول مسکرا دیتی، اسے معلوم تھا کہ اس کی بیٹی اس گھر کی چیزوں کو دیکھنے کے شوق میں چلی جاتی ہے، یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اس نے کہا ہے تو مالکن کے کمرے کی کسی چیز کو نہیں چھوئے گی۔ چھ دن بتول نے خوب آرام کیا، چندا صبح کھڑکیاں، دروازے کھول کر پردے ہٹانے جاتی اور شام کو دوبارہ وہاں جانے کو بے چین ہوتی۔

بتول بیٹی کے دل کی حسرتوں کو جانتی تھی، اس کے شکوے بھی سنتی رہتی تھی، اس لیے اسے جانے دیتی کہ وہ ان چیزوں کو غور سے دیکھنا اور چھونا چاہتی ہے تو دیکھ لے، چھو لے، اس کے چھونے سے کسی چیز کا کیا نقصان ہو جائے گا، اس کے سادہ دل کو علم نہ تھا کہ نچلی عمروں کی لڑکیوں کے دلوں میں جب کوئی سپنا بس جاتا ہے..... کسی کے ہاتھ اس کے کورے دل کو چھو لیتے ہیں، کسی کی خوشبو جب اس کا وجود معطر کر دیتی ہے، کسی کا لمس جب اسے اپنے وجود پر ہر وقت چاہیے ہوتا ہے تو وہ کہیں کی نہیں رہتیں.....

یہی چندا کے ساتھ ہوا تھا، شیری کی ہو کر وہ کہیں کی نہ رہی تھی، اس کے اپنے وجود سے شیری کی خوشبو آنے لگی، اس نے شیری کی بڑی تصویر سے اس کی تصویر کھینچ کر اپنے موبائل میں محفوظ کر لی تھی۔ مالکن واپس آئیں اور اماں اپنے معمول پر واپس گئیں تو اس کا کالج شروع ہو چکا تھا۔ کالج میں اساتذہ کے علاوہ سب اسے چندا ہی کے نام سے جانتے تھے، اب وہ کوری سلیٹ جیسی چندا نہ رہی تھی، اس کے انداز بدل گئے تھے، اسے کسی کی محبت نے سیراب کر دیا تھا۔ اب اس کے پاس بھی ہم جولیوں کو سنانے کے لیے کہانیوں کے انبار تھے..... محبت کی داستانیں تھیں اور محبوب کی بے تابیوں کے قصے، موبائل میں محفوظ وہ تصویر جسے دیکھ کر اس کی ہم جولیاں آہیں بھرتیں کہ واقعی وہ ایسے شخص سے چاہے جانے کے قابل تھی، اس کی غربت کو اب کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ وہ اماں سے بار، بار مطالبہ کر کے رقوم بٹورتی اور اپنا حلیہ ایسا رکھتی کہ سب کو اس پر رشک آتا یا حسد محسوس ہوتا۔ اس کے یونیفارم کی قمیص جو ہمیشہ ڈھیلی ڈھالی رہی تھی اب وہ کمر کے گرد ٹنگ ہو گئی تھی۔ اب اس کو اپنا آپ سنوارنا خوب آ گیا تھا۔

☆☆☆

''شیری صاحب آ رہے ہیں ناں!'' اس روز اس نے اماں سے روزانہ دیر سے گھر لوٹنے کی وجہ پوچھی تو اماں نے بتایا۔

''تو کیا ہوا..... آپ کیوں دیر سے آتی ہیں، ابھی تو وہ آئے ہی نہیں؟'' اس کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔

''ہو سکتا ہے کہ فراز صاحب بھی آ جائیں.....''

www.urdupalace.com

سے باتیں کر رہی تھی جبکہ اصل میں وہ خواب میں بڑبڑا رہی تھی۔ ”جلد ہی اسے اپنے گھر کا کر دوں، خدا کرے صبیحہ آپا کوئی ڈھنگ کا رشتہ لے آئے تو میں اپنے فرض سے فارغ ہو کر فکروں سے آزاد ہو جاؤں.....“

”یہ فلمیں ڈرامے ذرا کم دیکھا کر چندا اور اپنی پڑھائی پر دھیان دے..... اگلے مہینے امتحان ہیں تیرے!“ صبح ناشتے پر بیٹھتے ہوئے بتول نے اسے سرزنش کی۔

”کون سے ڈرامے فلمیں دیکھتی ہوں میں اماں؟“ اس نے ماں کو دو بدو جواب دیا۔ ”اتنے پدے سے ٹی وی پر کیا مزہ آتا ہے کوئی فلم یا ڈراما دیکھنے کا!“ اس نے چشم تصور میں اس بڑے سے سینما نما ٹی وی کو دیکھا، کبھی وہ بھی اس بڑے سے لاؤنج میں بیٹھ کر سب کے ساتھ کافی یا چائے پیتے ہوئے، اس بڑے سے ٹی وی پر ڈرامے دیکھا کرے گی، اس نے مسکرا کر سوچا۔

”ایک تو یہ جو تم بات بے بات مسکرانے لگی ہو.....“

”تو کیا بات بے بات رونا شروع کر دوں اماں؟“ وہ بھی چڑ گئی۔ ”پھر آپ خوش رہیں گی!“

”خیر مانگو اللہ سے.....“ بتول ہول گئی، بیٹی کا لہجہ اسے خوفزدہ کرنے لگا۔ ”رونے کیوں لگو تم بات بے بات؟“

”دل تو یہی چاہتا ہے اماں.....“ اس نے ہنکارا بھرا۔ ”ہمارے پاس ہے ہی کیا جس پر ہم خوش ہوں، غربت، بیچارگی، بے بسی.....“

”ہر وقت ناشکری کی باتیں کرنا ٹھیک نہیں بیٹا!“ بتول نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کی، اس کی بیٹی کا لہجہ اسے اجنبی سا لگا تھا، وہ اب سادہ سی چندا نہ رہی تھی، جانے کیا، کیا الا بلا سیکھ رہی تھی وقت کے ساتھ، جانے کیسی سہیلیاں مل گئی تھیں اسے۔

”جا رہی ہوں میں اماں!“ اس نے چائے کا آدھا کپ بے پیے چھوڑ دیا۔

”چائے تو پیتی جاؤ.....“

”ویگن والا اتنی دیر انتظار نہیں کرتا اماں!“ تیز، تیز قدموں سے وہ گھر سے نکلی، ڈرائیوے پر اسے معمول سے زیادہ گاڑیاں نظر آئیں، ان گاڑیوں کو وہ ہر روز حسرت سے دیکھ کر جاتی تھی..... مگر اب اس کا انتظار طویل ہونے والا نہیں تھا، جلد ہی وہ ان گاڑیوں کی مالکن بن جاتی، جس گاڑی میں چاہے بیٹھ کر کالج جاتی..... ”مگر کالج کیوں؟“ وہ سوچ کر خود ہی ہنسی۔ ”شیری کے ساتھ بیاہ کر کے مجھے کالج کیوں جانا ہوگا بھلا؟“ وہ تیز قدموں سے چل رہی تھی۔ ”پھر تو میں ان کے ساتھ خوب گھوما کروں گی، ہم ملک سے باہر جائیں گے..... ہوٹلوں میں کھانے کھایا کریں گے، فلمیں دیکھا کریں گے.....“ مستقبل کی پلاننگ کرتے، کرتے ویگن کا اسٹاپ آ گیا تھا، اس روز اسے وہ ویگن اور بھی بری لگ رہی تھی، اس میں بیٹھی ہوئی باقی لڑکیوں سے بو بھی آ رہی تھی۔

کالج سے لوٹی تو گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا اور اماں گھر پر نہ تھیں..... اس روز تو جمعہ تھا، یقیناً کوئی مہمان آ گئے ہوں گے، وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اماں آ گئیں۔

”چندا بیٹا جلدی سے یونیفارم تبدیل کر کے اندر آ جاؤ، میری کچھ مدد کر دو، مہمان آئے ہیں اور خانساماں نہیں ہے تو مالکن نے مجھے کھانا بنانے کو کہا ہے..... تم میری کچھ مدد کر دو!“

”میں بہت تھکی ہوئی ہوں اماں!“ اس نے عذر تراشا۔

”جلدی کر بیٹا.....“ بتول نے جلدی سے کہا۔ ”بہانے تراشنا بند کرو..... شیری صاحب اتنے عرصے کے بعد آئے ہیں۔“ اماں کہہ کر واپسی کو لپکیں اور اس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے، اس کا شیری آیا تھا، وہ غسل خانے کی طرف لپکی، اچھی طرح صابن لگا کر ہاتھ منہ دھوئے..... آئینے میں اپنا جائزہ لیا، اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

”بتایا کیوں نہیں تم نے کہ آج آ رہے ہو.....“ وہ ہنسی۔ ”تم نے تو کہا تھا کہ سب سے پہلے مجھے بتاؤ گے..... مجھے ملو گے..... کہاں گئیں وہ ساری بے تابیوں کی داستانیں تمہاری؟ دل تڑپ رہا ہے تمہارے بغیر میری جان! کیا وہ سب جھوٹی باتیں تھیں؟ اپنی دانست

www.urdupalace.com

میں اس نے اپنا سب سے بہترین لان کا جوڑا پہنا، تیار ہوئی اور اماں کی مدد کو چل دی، اماں کو تو امید ہی نہ تھی کہ وہ یوں تیار ہو کر آ جائے گی، جس طریقے سے اس نے جواب دیا تھا اس سے تو وہ مایوس ہی ہو گئی تھی۔

''سب کچھ تیار ہے ناں بتول؟'' مالکن کچن میں آئیں۔ ''ارے یہ چندا کتنی بڑی ہو گئی ہے۔'' مالکن کی اتنی سی توجہ سے چندا حیا سے لال ہو گئی۔

''اچھا ہے کہ انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے، اب انہیں کسی اور کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی، کاش یہ مجھے شیری کی نظر سے دیکھیں.....''

''سب تیار ہے مالکن.....'' بتول نے کہا، چندا کے حوالے سے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

''کہیں رشتے وشتے کی بات کی اس کی کہ نہیں ..... جوان ہو گئی ہے بیٹی تمہاری۔'' ان کے سوال سے چندا کو یقین ہو گیا کہ وہ اسے اسی نظر سے دیکھ رہی ہیں جس کی اس نے خواہش کی تھی۔

''میں نے کہا ہوا ہے کچھ لوگوں کو.....'' بتول نے سرسری سی بات کی۔ ''آپ چلیں مالکن، میں کھانا لگاتی ہوں، مہمان آپ کے بغیر بیٹھے ہیں۔'' بتول نے کہا۔

''ارے وہ لوگ باہر نکلے ہیں لان دیکھنے کے لیے۔'' انہوں نے کہا۔ ''اور ہم سب چاہتے ہیں کہ شیری اور ماہم کو کچھ وقت کے لیے تخلیہ دیا جائے۔'' مسکرا کر انہوں نے کہا اور باہر لان کی طرف چل دیں، بتول اپنے کام میں مگن تھی، چندا نے کچھ برتن اٹھائے اور ڈائننگ روم کی طرف چلی، اس کی آنکھیں شیری کو دیکھنے کو ترس رہی تھیں مگر ڈائننگ روم سے اسے جو زاویہ نظر آیا اس میں ایک پیاری سی لڑکی کا مسکراتا ہوا چہرہ تھا اور اس کے ہاتھ شیری کے ہاتھوں میں تھے جس کی کمر اس کی طرف تھی۔ چھن سے کچھ ٹوٹنے کی آواز آئی تھی، اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا، سب کچھ ٹھیک تھا، یہ چھناکے کی آواز اس کے اندر سے آئی تھی۔ برتن میز پر رکھ کر وہ مڑی، باورچی خانے میں بتول اسی طرح مصروف تھی۔

''میرے سر میں درد ہے اماں!'' اس نے بہ مشکل آنسو پلکوں پر روکے۔ ''میں جا رہی ہوں، جا کر آرام

www.urdupalace.com

کروں گی۔'' بھاگتی ہوئی وہ وہاں سے نکلی۔

''مجھے تو پہلے ہی حیرت تھی کہ تم آ کس طرح گئیں..... سست لڑکی۔'' بتول بڑبڑائی۔

چندا اپنے کوارٹر میں آ کر پلنگ پر اوندھے منہ گر کر سسکیوں سے رونے لگی، جانے کتنی ہی دیر اس طرح گزر گئی، اسے اپنے بالوں میں کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا، اور مانوس سی خوشبو سارے میں پھیل گئی۔

''جاؤ میں نہیں بولتی تم سے۔'' اس نے ناز سے کہا مگر اس کے گرد بانہوں کا حلقہ تنگ ہو گیا تھا۔ ''دم گھٹ جائے گا میرا..... کیا کرتے ہو؟'' وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس نے اس کے کان میں کوئی سرگوشی کی تھی۔

''ہاں جناب، محبت کے ڈرامے ہمارے ساتھ اور شادی ماہم بی بی کے ساتھ..... مجھ سے برداشت نہیں ہوا تمہیں اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھے ہوئے دیکھنا! بند کرو مجھے گدگدی کرنا، چڑ ہے مجھے دنیا کی ہر اس لڑکی سے جو تمہیں دیکھے بھی شیری.....'' وہ مکمل خود سپردگی کے عالم میں تھی۔

''مر جاؤں گی میں تمہارے بنا!''

☆☆☆

بتول، بیٹی کے انداز دیکھ کر تفکر میں پڑ جاتی، اسے جانے کیا ہوتا جا رہا تھا، اس کی صحت گرنے لگی تھی۔ عجیب، عجیب خیالات بتول کو ستاتے، کئی بار اس نے باتوں باتوں میں چندا سے کچھ جاننا چاہا مگر وہ ہنس کر ٹال دیتی مگر سوتے میں اس کی بڑبڑاہٹیں بتول کو اور ہی داستانیں سناتیں، اس سے پہلے کہ کوئی اور گل کھلیں، اسے کچھ جلد ہی کرنا ہوگا، مالکن، شیری صاحب کی شادی سے فارغ ہو جائیں تو وہ چندا کے بیاہ کا سوچے۔ چند دن کے بعد اس نے چندا سے بات کی تو وہ بدک گئی مگر بتول اس کی کہاں سننے والی تھی، اب اس نے اسے کسی کھونٹے سے باندھنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا۔

''مجھے کچھ دن چاہئیں اماں.....'' اس نے احتجاج کیا۔

''کس چیز کے لیے دن چاہئیں؟'' بتول نے ابرو اچکائے۔

''وہ ابھی میں..... ابھی میں پڑھ رہی ہوں۔'' اس

www.urdupalace.com

نے جواز پیش کیا۔

''میں کون سا کل بیاہ کر رہی ہوں تمہارا۔'' بتول نے اسے گھرکا۔ ''بس میں نے صبیحہ آپا سے کہہ رکھا ہے، اسی ہفتے وہ ایک سہیلی کو لے کر آ رہی ہیں، دودھ دہی کا کاروبار ہے اس کے بیٹے کا! ایک ہی ایک بیٹا ہے، انتہا کا شریف، بالکل اپنے نام جیسا۔ صبیحہ بتا رہی تھی کہ سب لوگ اسے بھولا کہتے ہیں۔'' بتول نے چندا کو بتایا جس کا منہ بدمزہ ہو رہا تھا۔

''خدا کے لیے اماں، مجھے نہیں کرنا کسی بھولے بھالے سے شادی۔'' چندا نے منہ بنا کر کہا۔

''فضول باتیں مت کرو چندا، آج میری آنکھیں بند ہو گئیں تو تمہارا کیا ہو گا؟''

''مجھے تو لگتا ہے اماں کہ آپ اپنی آنکھیں بند کر کے ہی مجھے کسی کنویں میں پھینکنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔'' وہ چڑ گئی۔

''اللہ نہ کرے..... بس اپنی زندگی میں یہ چھوٹی سی خوشی دیکھنا چاہتی ہوں بیٹا!'' اسے جذباتی بلیک میل کرنے کو اماں کا یہی فقرہ حتمی ہوتا تھا۔ وہ خاموش رہی، اسے شیری سے بات کرنا ہو گی، جلد از جلد کہ وہ اس کے بارے میں کیا سوچتا ہے، کیا فیصلہ کرے گا اور کب اپنی ماں سے بات کرے گا، اسی رات اسے وہ موقع مل گیا تھا اور شیری نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے ضرور اپنائے گا اور وہ اس کے سوا کسی اور کا تصور بھی اپنی جیون ساتھی کے طور پر نہیں کر سکتا..... چندا تو خوشی سے اس سے لپٹ گئی اور وہ اس کے اس انداز پر نثار ہو گیا۔

☆☆☆

دلہن بن کر چندا پر کیسا انوکھا روپ آیا تھا، بتول نے اپنے محدود وسائل کے باجود بیٹی کے لیے سب کچھ بنا لیا تھا، سارے بوجھ تو مالکن نے خود اٹھا لیے تھے، انہی کے اصرار پر اسے اس کے عروسی جوڑے بنانا پڑے تھے اور نہ زیورات اور ماں کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو کر وہ حجلۂ عروسی میں سر نیہوڑائے بیٹھی تھی۔

اس کمرے میں شیری کے پرفیوم کی مسحور کن مہک پھیلی ہوئی تھی، کمرے کے باہر شور اور قہقہوں کی آوازوں سے اس کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہونے لگیں، وہ ہمہ تن گوش ہو گئی اور کمرے کا دروازہ بند ہوا، وہ اپنے قریب آتے قدموں کی آوازیں سننے لگی۔ ایک، ایک قدم وہ گن رہی تھی، وہ اس کے کس قدر قریب بیٹھ گیا تھا، اس نے اپنا سر اور بھی جھکا لیا، اس کا ہاتھ اس نے تھاما تو اسے خود اندازہ ہوا کہ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا، اس کے ملائم ہاتھ کی مخروطی انگلی میں اس نے انگوٹھی پہنا کر اس پر اپنے پیار کی مہر ثبت کی..... ''اب چہرہ دکھا دیں!'' اس کے ہاتھ اس کا گھونگٹ اٹھا رہے تھے..... اس نے آنکھیں جھکا لیں، سر اور بھی جھک گیا۔ ''سبحان اللہ!''

''شیری!'' بے خودی کے عالم میں اس کے لبوں سے نکلا۔

''کتنا پیارا لگا ہے تمہارے ان خوب صورت لبوں سے میرا نام!''

''آج تک کسی نے مجھے اتنی محبت سے نہیں پکارا..... کچھ ایسے بھولا کہا ہر کسی نے کہ مجھے اپنا اصل نام .....شریف بھی بھول گیا تھا مگر اس نام کو شیری بنا کر تم نے کیا سے کیا بنا دیا ہے.....'' دودھ دہی کی بُو..... شیری کے پرفیوم کی خوشبو پر حاوی ہو رہی تھی جسے چرانا جرم سہی مگر اس سے رہا نہ گیا تھا، شیری کے کمرے سے شروع ہونے والا سپنا، شیری کے اس پرفیوم کے ساتھ وہ جب چاہتی خود پر شیری کی ہم سری طاری کر لیتی، شیری اس کی اولین محبت تھا جس محبت کا کوئی مجسم وجود ہی نہ تھا، شیری کی شادی کے بعد تک بھی اس کا سپنا نہ ٹوٹا تھا، جو ٹوٹا تو اس رات.....

مگر اس نے اس سپنے کو ٹوٹنے کب دینا تھا، خود فراموشی کے مرض کا شکار چندا.....

اللہ کا شکر تھا کہ اس کے شوہر کا نام شریف نکل آیا تھا جو واقعی اتنا بھولا تھا کہ عمر بھر اس زعم میں رہتا کہ چندا اس سے بہت محبت کرتی ہے، وہ کبھی جان نہ پاتا کہ چندا کا شیری وہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے!

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com